تختِ فرَس پہ علی اکبرؑ کا خطاب

شہزادے نے جلوہ جو کیا دامنِ زیں پر
پھر زین نے آوازہ کسا مہرِ مبیں پر
مرکب نے قدم فخر سے رکھا نہ زمیں پر
سرعت سے کہا فرش بچھا عرشِ بریں پر
پلکوں سے لیا پنجے میں شہبازِ قضا کو
بغلوں کے شکنجے میں کیا قید ہوا کو

اک عالمِ حیرت تھا، چہ لاہوت، چہ ناسوت
سب جرم سے تائب تھے چہ ہاروت، چہ ماروت
سب خوف سے تھے زرد چہ خورشید، چہ یاقوت
سکتہ تھا سلاطین کو، نے تخت، نہ تابوت
بے خود جو کیا رُوئے درخشاں کی چمک نے
بالائے زمیں ٹیک دیے ہاتھ فلک نے

رہوار کے کاووں سے زمیں چرخ میں آئی
پر عرق عرق ہوگیا وہ حق کا فدائی
چہرے پہ عجب آب پسینے نے دکھائی
ان قطروں سے نیساں پہ گھٹا شرم کی چھائی
یہ قدرِ عرق کی نہ کسی رو سے بڑھی تھی
شبنم کبھی خورشید کے منہ پر نہ پڑی تھی

ماتھے کا عرق پاک کیا انگلی سے بارے
سورج سے کیے دُور مہِ نو نے ستارے
حیدرؑ کے لب و لہجے میں لشکر کو پکارے
ہاں غافلو! آگاہ ہو رُتبے سے ہمارے
اللہ کے بندے ہیں پہ اللہ نہیں ہیں
بندے مگر اس طرح کے واللہ نہیں ہیں

تن پر رہِ معبود میں ہم سر نہیں رکھتے
ہم سر کے کٹا دینے میں ہمسر نہیں رکھتے
جز دستِ گدا اور کہیں زر نہیں رکھتے
تکیہ کرمِ حق پہ ہے، بستر نہیں رکھتے
یہ اُن پہ کھلا ہے کہ جو خاصانِ خدا ہیں
ہر بندے کے ہم بند گشا عقد گشا ہیں

احکامِ یزید اور ہیں اور اپنے امور اور
باطل کی نمود اور ہے اور حق کا ظہور اور
نمرود کی آگ اور ہے اور آتشِ طُور اور
زنبور کا غُل اور ہے الحانِ زبُور اور
سمجھو تو سہی تم کہ بشر کیا، ہیں مَلَکْ کیا
بُت کیا ہے، خدا کیا ہے، زمیں کیا ہے، فلک کیا

Not For Sale